اردو افسانے میں مذہب، خدا اور احترامِ انسانیت کے تصورات: پنڈت سدرشن کا خصوصی مطالعہ

(Concepts of Religion, God and Respect for Humanity in Urdu Fiction: A Study of *Pandit Sudarshan*)

*روبینہ ارشد

Abstract

Religious beliefs have been the mainstay of Urdu literature. Genres of prose, such as stories, myths, plays, essays, critical essays, and general prose, as well as literary terms appear to be colored by the religious impression. This article explores the concepts of religion, God and respect for humanity in a well-known Indian writer *Pandit Sudarshan*'s, fiction. It finds that *Sudarshan* has courteously depicted these concepts in his fiction. He emphasized respect for humanity and high moral values. He made the issues of rural and urban life, domestic affairs, confusions of individual and social lives, environmental complexity and class division the subject of his fiction. He unveiled the cruelty that arose as a result of the lust and luxury of the rich and capitalists. He showed the horrible face of the evil rich, which makes humanity tremble. His renowned collections "*Chutkiyān*", "*Chandan*", "*Chashm-o-Chirāgh*" etc. are a testament to this fact.

Key Words: Urdu fiction, religion, God, humanity, *Pandit Sudarshan*

اردو ادب میں مذہبی عقائد کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اصناف نثری مثلاً داستانوں، افسانوں، ڈراموں، انشائیوں، تنقیدی تحریروں اور عمومی نثر نگاری کی عبارتوں کے علاوہ ادبی حوالے اور اصطلاحیں مذہبی تاثر میں رنگی دکھائی دیتی ہیں۔ اسی طرح اصناف شعری مثلاً نظموں، غزلوں، مثنویوں، قصیدوں، رباعیوں، قطعوں، مثلثوں، مسدسوں، مرثیوں

---

* پی ایچ ڈی سکالر اردو منہاج یونی ورسٹی، لاہور/ لیکچرر، گورنمنٹ حضرت عائشہ صدیقہ ڈگری کالج فار وومین، 1 نکلسن روڈ، لاہور

میں مذہبی حکایات، واقعاتِ پند و نصائح کی تحریروں، تلمیحوں تشبیہوں، استعاروں، صنائع بدائع اور دیگر تاریخی تحریروں، مذہبی عقیدوں، حوالوں، تصورات و نظریات کی وضاحتوں میں مذہب سے متعلق مبنی امور کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔اصناف نثری واصناف شعری کی بدولت معاشرتی، معاشی اور اخلاقی اقدار کی ترویج و تشریح کی جاتی ہے۔ مقاصد کے اظہار اشاعت اور وضاحت کے لیے تحریر بہت اہمیت کی حامل ہے۔مذہبی مقاصد اور عقائد بھی تحریروں کے ذریعہ بیان کیے جاتے ہیں۔ مذہبی عقائد، روایت اور حکایات کو اپنے افسانوں میں سمونے والوں میں ایک اہم نام پنڈت سدرشن کا ہے۔ انھوں نے اپنے افسانوں کہانیوں اور قصوں بہت سے مقامات پر مذہبی تصورات ورجحانات کا رنگ اجاگر کیا۔ڈاکٹر انور سدید کے بقول:

> بدری ناتھ سدرشن نے اپنے موضوعات ہندو معاشرے سے حاصل کیے، انھوں نے صورتحال کو برہمن کی نظر سے دیکھنے اور سماجی تبدیلی کو ہندو غلبے کی صورت میں دیکھنا پسند کیا، تاہم جب وہ انسانی معاشرے کی صادق قدروں کو افسانے کی بنت میں شامل کرتے تو ان کا تعصب دب جاتا۔[1]

ان سطور میں سدرشن کے افسانوں میں مذہب، اخلاقی اقدار اور احترامِ انسانیت کے تصورات کو موضوع بحث بناتے ہوئے یہ کھوجنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ انھوں نے اس حوالے سے کیا اسلوب اختیار کیا اور ان تصورات کو کیوں کر بیان کیا ہے؟

پنڈت سدرشن :ایک تعارف

سدرشن کے قلمی نام سے جانے جانے والے یہ قلم کار کا نام مہاشہ بدری ناتھ شرما تھا۔آپ کو پنڈت سدرشن کے سات ساتھ مہاشہ سدرشن کے القابات سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔آپ 1896ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔آپ کا ایک بہن اور چار بھائیوں میں دوسرا نمبر تھا۔آپ کے آباؤاجداد کا پیشہ زمینداری اور کاشتکاری تھا۔ 12سال کی عمر میں آپ کے والدین کا انتقال ہو گیا۔والدین کے انتقال کے بعد آپ کی زندگی میں دردو غم اور سنجیدگی کی کیفیات پیدا ہو گئیں۔ نامساعد حالات اور واقعات کی بنا پر زندگی کی تلخ حقیقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

پنڈت سدرشن کی ادبی و افسانوی خدمات پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے 1911ء میں ہندی کہانیوں کا پہلا مجموعہ تحریر کیا، جو سرسوتی پراگ رسالے میں شائع ہوا۔1920ء میں ان کی انقلابی کہانیوں کا مجموعہ "صبح بخیر" لاہور سے شائع ہوا۔آپ نے قیامِ لاہور کے دور میں متعدد کہانیاں اور افسانے لکھے جو اس زمانے کے مشہور رسالے "ہزار داستاں" میں شائع ہوئے۔کہانیاں لکھنے کا سلسلہ کچھ عرصے تک جاری رہا۔ادبی اور افسانوی شوق کی تکمیل آپ کو گورداس پور لے گئی۔ گورداس پور میں قیام کے دوران آپ کی شادی ہو گئی اس وقت آپ کی عمرِ اکیس سال تھی۔ازدواجی زندگی کے بڑھتے ہوئے مسائل کے پیشِ نظر اور مالی حالت کو بہتر بنانے کے لیے آپ نے گورو داس پور کے قیام کے دوران ہی ایک اُردو اخبار نکالا۔اس اخبار نے مختصر مدت میں شہرت اور مقبولیت حاصل کر لی۔اس اخبار نے

---

[1]ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب کی تاریخ (لاہور: عزیز بک ڈپو، 14-2013ء)، 374۔

اپنے دور کے دیگر اخبارات میں منفرِد مقام حاصل کرلیا۔پنڈت سدرشن کو اخبار سے معقول آمدنی حاصل ہونے لگی۔ مخالفین کی سازشوں کے باوجود اخبار کی مقبولیت میں کمی نہ آئی۔البتہ ان کی کہانی "ہار کی جیت" جو 1920ء میں الہٰ آباد سے شائع ہونے والے رسالے "سرسوتی" میں شائع ہوئی، کی وجہ سے پنڈت سدرشن کی مقبولیت اور ادبی حیثیت میں مزید اضافہ ہوگیا۔1922ء میں آپ نے بنارس میں سرسوتی پریس قائم کیا۔1930ء میں بنارس سے ہی ایک ادبی رسالہ "ہنس" جاری کیا۔1930ء میں دوبارہ لاہور آگئے اور "سدرشن پبلیشنگ ہاؤس" قائم کیااور اپنی پہلی کتاب "طائرِ خیال" شائع کی۔یہ کتاب ان کے تیرہ افسانوں کا مجموعہ تھی۔ان کے ان تیرہ افسانوں کو تاج کمپنی بھنڈار، لاہور نے بھی شائع کیا۔1931ء میں پنڈت سدرشن نے "سدرشن پبلیشنگ ہاؤس" سے ہی ایک اور افسانوں کا مجموعہ "چندن" شائع کیا، جسے تاج کمپنی والوں نے بھی شائع کرنے کی سعادت حاصل کی، لیکن آپ کی انتھک محنت اور لگن کے باوجود آپ کو زوال آنے لگا۔1938ء میں پنڈت سدرشن کلکتہ چلے گئے۔اس دور میں انڈین فلم انڈسٹری ایک نئے دور میں داخل ہورہی تھی۔ پنڈت سدرشن نے کلکتہ میں قیام کے دوران ہی انڈین فلم انڈسٹری سے رابطہ قائم کیااس طرح ان کی فلمی زندگی کاآغاز ہوا۔ آپ نے متعدد فلموں کے لیے کہانیاں اور گیت لکھے۔کلکتہ کے قیام کے دوران میں ہی مختلف کتابوں کے ترجمے کیے۔ان کے مالی حالات بہتر ہونے لگے۔اگرچہ آپ نے فلم انڈسٹری کے لیے کہانیاں اور گیت لکھے جو بہت مقبول بھی ہوئے، لیکن یہ فلمی لگاؤآپ کی طبیعت کے مطابق نہ تھا۔لہٰذا فلم انڈسٹری کے لیے کہانیوں اور گیتوں کے سلسلے کو ختم کردیا،البتہ اسی دوران آپ نے "محبت کا انتقام" کے نام سے ایک دِلچسپ ڈرامہ لکھااس ڈرامے کو خاص وعام میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔یہ ڈرامہ اس قدر پسند کیاگیاکہ اس وقت کی حکومت نے پنڈت سدرشن کو پانچ سو روپے نقد انعام دیا۔پریم چند کی طرح ان کے دوسروں ہم عصروں پر بھی سیاسی احساس کاگہرا اثر پڑااور اب کسی لکھنے والے کے لیے بھی یہ ممکن نہیں رہاکہ وہ سیاست سے اپنا دامن بچاسکے۔ چنانچہ سدرشن کے افسانوں میں جابجااس درد کی کسک ہے، یہی زمانہ ہے جب نئے لکھنے والوں کی ایک پود آہستہ آہستہ زمانے کے گرم وسرد سے آشنا ہورہی تھی۔اس پود کے کچھ لکھنے والوں نے روایت سے اس طرح دامن کشی کی اور طبع زاد افسانے لکھنے کی جگہ اردو کو دوسری زبانوں کے ترجموں سے آشنا کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔[2]

1945ء تک پنڈت سدرشن افسانے اور کہانیاں لکھنے میں مصروف رہے، لیکن دوستوں اور عزیزواقارب کے کہنے پردوبارہ فِلمی دنیا کا رخ کیاآپ نے اس دور کی معروف فلم کمپنی "منروا" میں مستقل ملازمت اختیار کرلی۔آپ نے "منروا" اسٹوڈیو کے لیے اپنی خدمات فراہم کیں۔ آپ نے اس دورمیں کئی کہانیاں ،مکالمے اور گیت تحریرکیے۔1947ء میں پنڈت سدرشن بمبئی چلے گئےاور اپنے بیٹے شاش بھوشن کے ساتھ سکونت اختیار کرلی۔ پنڈت سدرشن نے افسانوں کہانیوں اور قصوں میں جو شہرت اور مقبولیت حاصل کی وہ کسی اور افسانہ نگار کو حاصل نہ ہوسکی۔آپ نے 16دسمبر 1967ء کو بمبئی میں انتقال کیا۔اس طرح ایک عہد ساز اور منفرد ادبی مقام کے حامل افسانہ

---

[2] پروفیسر سید وقار عظیم، داستان سے افسانے تک (لاہور، الوقار پبلیکیشنز، 2002ء)، 210۔

نگاری کی زندگی کا اختتام ہوا۔ پنڈت سدرشن کے افسانوں کے معروف مجموعوں میں "چندن"، "سدا بہار پھول"، "بنگال بتیسی"، اندھے کی دنیا"، "قدرت کے کھیل"، "کنجِ عافیت"، شامل ہیں۔[3]

تصورِ خدا و موجودات اور ان سے تعلق کی نوعیت

پنڈت سدرشن ہندومت کے پیروکار تھے، "رامائین"، "بھگوت گیتا" اور "ویدوں" کی تعلیمات سے آپ کا دل سرشار تھا۔ مذہبی روایات اور عقائد سے والہانہ لگاؤ کی روشنی میں آپ نے افسانوں کا تحریری سفر جاری رکھا۔ مذہبی روایات اور عقائد کی بنا پر آپ کی تحریروں میں احترام انسانیت، حقوق العباد، معاشی اور معاشرتی یکسانیت، انسانی مساوات، نامناسب طبقاتی تقسیم، امیر و غریب کا فرق، دولت کی ہوس، پسماندہ طبقے کے حقوق اور حقوقِ نِسواں، ظاہری نمود و نمائش اور عدل وانصاف کے متوازن اور معتدل رویّوں سے ہم آہنگی اور اصلاح کی روایت ملتی ہے۔ پنڈت خدا کے وجود کے قائل تھے۔ آپ کے خیال کے مطابق خدا واحد ہے، ابدی ہے، اس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا، وہ مختارِ کل ہے، قدیر ہے، حاکم ہے، زندگی دینے والا ہے، کائنات کا بادشاہ ہے۔ ہر مشابہت اور عدم مشابہت سے بالاتر ہے۔ کائنات میں ہونے والے تمام افعال کا سرچشمہ خدا ہے۔ کائنات کے تمام اجزا وجود رکھتے ہیں، اسی لیے انھیں موجودات کہا جاتا ہے۔ جب کہ ان کی وجودیت کی وجہ خدا ہے۔ ان کی اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ ہندومت کے عقائد کے مطابق خدا کو ایشور کہا جاتا ہے۔ تمام ظاہری اشیاء اس واحد مطلق، یعنی ایشور کی مختلف شکلیں ہیں۔ اگرچہ تمام موجودات اپنی انفرادیت کی شکل میں وجود پذیر دکھائی دیتی ہیں، لیکن یہ سب خدا کی ذات کا مظہر ہیں۔ در حقیقت خدا کا وجود ہی حقیقی ہے اور یہ تصور کہ صرف خدا ہی موجود ہے اور باقی تمام موجودات معدوم ہیں، الوہی تصوّر ہی منطقی بنیادی دکھائی دیتا ہے۔ پنڈت سدرشن کی یہ تحریریں اور قصے ان کے کہانیوں کے مجموعے "چٹکیاں" میں موجود ہیں جو ان کے الوہی تصوّر کی مثالیں ہیں۔ اپنے مذہبی عقائد، احکام اور تعلیمات کا پرچار کرتے ہوئے وہ بیان کرتے ہیں کہ:

> کہتے ہیں دتاتریہ کے ایک سو گروہ تھے۔ وہ بہتے ہوئے دریا اڑتے ہوئے پرندوں اور مچھلیاں پکڑنے والے بگلوں سے بھی کچھ نہ کچھ سیکھ لیتے تھے۔ یہی ان کے گرو تھے اس کتاب میں میں نے جو کچھ درج کیا ہے وہ اس قسم کی باتیں ہیں کہیں اینٹ کا فرض ہے، کہیں کانٹے کی فریاد ہے، کہیں قلم کا لیکچر ہے، کہیں کھٹمل کا ایڈیشن ہے، کہیں ہندوستان بھر کی ناکیں جمع ہو کر کانفرنس کرتی ہیں اور کہیں پروانہ شمع سے پریت کی ریت سیکھتا ہے۔ انار کلی بازار سے یہ باتیں نہیں ملتیں بلکہ شہر سے باہر نکل کر جب تنہائی میں میں قدرت کے خاموش اندیشوں کے سامنے گیا، وہ بولتے گئے میں سنتا گیا، وہ لکھواتے گئے میں لکھتا گیا۔ اول اول سننے کی عادت نہ تھی مگر قدرت کی اندیشوں نے ڈانٹ ڈانٹ کر سیدھا کر دیا تو دوسروں

---

[3] سدید، اردو ادب کی تاریخ، 374۔

> کو اپنے لیکچر سناتا ہے۔ ہمارے سرمن بھی سن اور ان لوگوں تک پہنچا تاکہ وہ سیدھے راہ پر آئیں اور زندگی سپھل کریں۔ دوست کہتے ہیں چٹکیوں کی کتاب پڑھ کر لوگ تجھے چٹھیاں لکھیں گے کہ پرندوں جانوروں پھولوں اینٹوں ستاروں دریاؤں کی باتیں سمجھنے کا طریقہ ہمیں بھی بتاؤ میں کیا جواب دوں۔ لکھنے پڑھنے سے مجھے فرصت نہیں کہ اس کام کے لیے کالج کھولوں اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ راز معمولی ہے میں کسی کے پوچھے بغیر ہی بے نقاب کر دیتا ہوں۔[4]

ان کی تحریروں "بھگت کی بنتی سن بھگوان"، "تھینک یو"، "میں تیرا ہوں"، "تو کہاں ہے"، "غریبوں کا بھی کوئی آسرا ہوتا تو کیا ہوتا"، "کانٹے کی فریاد" ،آل کھٹل"، "سینٹری انسپکٹر"، "گلاب کا پھول کیا کہتا ہے"، "اک تیر پھینکتا جا او تیر کماں والے"، "باہر نکلو"، "باہر کے پٹ بند کر اندر کے کھول"، "ہم ہیں بالک پتا کے"، "پریت کی ریت"، "موت کی فلاسفی"، "اس کی مرضی"، "لیمپ اور پروانے کی دو دو باتیں"، "دیپ مالا کی رات"، "رام دل آرام"، "کالا آدمی"، "کر غریبوں پر دیا بھلا ہوگا"، "تاریکی کی پیدائش"، "بڑھ کا درخت"، "جب دنیا محبت کے رستے میں کھڑی ہو جاتی ہے"، خدا کے تصوّر کو بہت ہی مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ پنڈت سدرشن نے خدا کے جلوؤں کو حقیقت مندانہ انداز میں بیان کیا اور وحدتُ الوجود کی مشابہت عمدہ طریقے سے وضاحت کی۔ آپ نے اس تصوّر کو، کہ تمام موجودات معدوم اور صرف خدا کی ذات باقی ہے،اپنے افسانوں کی بنیاد بنایا، جس کی بدولت ان کے افسانے روحانیت اور الوہی تقدس کی مثال بن گئے۔ پنڈت سدرشن کو پرماتما کی تلاش میں دیوانہ وار سرگرداں رہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں جو نور ذرے ذرے کو چمکاتا ہے ان کا دل بھی اسی کے نور سے منور ہو جائے۔ پرماتما کا مقام دل ہے وہ عقیدت مندانہ انداز میں اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> کہاں ہے؟ پھر کہاں ہے! اے پرماتما تو کہاں ہے ذرے ذرے میں چمکنے والے مجھے درشن دے ہر جگہ حاظر ناظر رہنے والے میرے سامنے آ جہان کو روشن کر لینے والے میرے دل کو روشن کر گیان کے بھنڈار! مجھے گیان دے خوشی کے مخزن! مجھے خوشی دے شانتی مجسم! مجھے شانت کر میرے سامنے آ جا! فوراً آ جا! پرم آتما! پرم آتما! آ جا! آ جا میری آنکھوں میں بس جا! میرے دماغ میں بس جا میرے سر کے بالوں میں بس جا میری ہڈیوں کے ریزوں میں بس جا تو ہی مرا پتا ہو، تو ہی میری ماتا ہو، تو ہی میرا دوست ہو، تو ہی میرا مالک ہو تو ہی میرا آقا ہو۔[5]

---

[4] پنڈت سدرشن، بھگت کی بنتی سن بھگوان، چٹکیاں، 7۔

[5] پنڈت سدرشن، تو کہاں ہے، چٹکیاں، 12،11۔

اخلاقی اقدار اور سبق آموزی

سدرشن آریہ سماج تحریک سے تعلق رکھتے تھے۔ اخلاقی اقدار کی ترویج واشاعت ان کی تحریروں کا بنیادی مقصد تھا۔ انھوں نے معاشرتی اصلاح کے لیے قلم اٹھایا۔ وہ مذہبی تعلیمات میں فلسفیانہ اصول وضوابط اپنانے کے قائل تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ بداعمالیوں سے نجات زندگی کا مقصد ہے۔ان کی تحریروں کا مقصد یہ تھا کہ عوام کو برائی سے بچایا جائے۔ دنیاوی خوشی ابدی نہیں ہوتی۔ نیک اعمال اور بے لوث خدمت میں دل لگانے سے ہی ابدی راحت اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ان کے خیال کے مطابق اخلاقی اقدار کی ترویج واشاعت ہی قاری کے لیے دلچسپی کا سبب تھی۔آپ نے اخلاقی اقدار کے بنیادی عناصر عدل وانصاف، معاشرتی تعارف کا خاتمہ، ذہنی استقلال، تدبر ودانائی، حکمت، صبر وتحمل، معاشی مساوات ویکسانیت، احترامِ قانون ،احترامِ انسانیت، اطاعتِ قانون، احساس ومروت، دوسروں کی عزت ، جھوٹی شہرت سے اجتناب، سبق آموزی اور عبرت آمیزی کی تلاش ،ایثار وقربانی، اشاعت، صبر وبرداشت کا جذبہ اور حوصلے وجرأت مندی کی تلقین اور ان تمام اخلاقی اقدار پر عمل پیرا ہونے کے بعد عملی وفعلی نتائج کی منطقی تصویر دکھائی۔آپ کے افسانوں میں احساسِ جُرمِ ندامت ، عبرت ناکی اور سبق آموزی کی مؤثر اور دلفریب عکاسی کی اثر پذیر تصویر دکھائی دیتی ہے۔ پنڈت سدرشن نے افسانوی ادب کے ذریعہ نتیجہ خیز عمل اور مثبت کوشش مقاصد کی تکمیل اور معاشرتی انصاف کے عملی وجود پر زور دیا۔آپ نے کامیابی وکامرانی ازلی وحقیقی ناموری اور شہرت کے حصول کے لئے اخلاقی اقدار کی پیروی کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ایسے افعال واعمال کی ادائیگی پر زور دیا جن کی بدولت آزمائشوں اور ابتلاؤں، زندگی کے دشوار مرحلوں سے کامیابی اور کامرانی کے ساتھ گزرا جاسکتا ہے۔ سدرشن کے افسانے "وزیر عدالت" کی انصاف پروری کو شہرت دوام حاصل ہوئی سدرشن کی عالمانہ فہرست کی جھلک درج ذیل الفاظ میں دکھائی دیتی ہے:

> تم پر پہرے دار کے قتل کا الزام ہے تم اس کا کیا جواب دیتے ہو مہاراج نے ہونٹ کاٹ کر جواب دیا "وہ گستاخ تھا"، "میں اسے ایک مدت سے جانتا ہوں"، "تم جھوٹ بولتے ہو میں تمہارے قتل کا حکم دیتا ہوں" اشوک کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ وزیروں نے تلواریں نکال لیں بعض آدمی ششو پال کی گالیاں دینے لگے بعض نے یہاں تک کہہ دیا کہ وزیر عدالت پاگل ہو گیا ہے ایک آواز آئی "تم اپنا سر بچاؤ" اشوک نے ہاتھ اٹھا کر خاموشی کا اشارہ کیا چاروں طرف پھر وہی سناٹا چھاگیا۔ وزیر عدالت نے کڑک کر کہا "آپ کا غصہ سراسر واجب ہے میں اس وقت وزیر عدالت کی کرسی پر ہوں اور انصاف کرنے کو بیٹھا ہوں مہاراج کی دی ہوئی انگوٹھی میرے پاس ہے اگر لوگوں نے شور شرابا کیا تو میں انکو چن چن کر تحقیر عدالت کے جرم میں سزا دوں گا" اس کے بعد انہوں نے اشوک سے "خطاب کیا" اشوک تم نے رعایا کے ایک آدمی کو قتل کیا ہے میں تمہارے قتل کا حکم دیتا ہوں۔ مہا

راج نے سر جھکا لیا اس کے دل میں روحانی سرور کا سمندر لہریں مار رہا تھا یہ شخص سوتا ہے جو آگ میں پڑ کر کندن ہو گیا ہے۔[6]

آپ نے صبر، برداشت، تحمل اور قناعت کے اعلیٰ اصولوں سے تقویت و رہنمائی حاصل کرنے، استقامت، ثابت قدمی، جرات اور دلیری سے کام لیتے ہوئے اپنے مقاصد پر نظر رکھنے کا درس دیا۔ آپ نے اخلاقی اقدار اور سماجی انصاف کی ترویج واشاعت کے لئے قارئین میں شعوری بیداری اور حالات کا مثبت انداز میں جائزہ لیتے ہوئے اعمال کو درست سمت میں ادا کرتے رہنے اور منفی رویوں اور شعوری رجحان کے پیش نظر عدم توازن اور بے شعوری کی نامناسبت کے غیر منطقی نتائج کے اثرات سے محفوظ رہنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے سبق آموزی اور عبرت ناک نتائج سے بچے رہنے کے لئے بامقصد اور مفید تحریروں اور افسانوں کا ایسا سلسلہ شروع کیا جو ان کے کہانیوں اور قصوں کے مجموعوں "چندن"، "چٹکیاں" اور "بنگال بتیسی" میں شائع ہوئے۔

فلمی ادب کی اصلاح

پنڈت سدرشن نے عصری اور ماحولیاتی تقاضوں کے پیشِ نظر فلمی ادب کی اصلاح کی۔ معاشرتی اور معاشی ماحولیاتی تقاضوں کے مطابق ان مسائل اور حقائق کو بیان کیا جن سے اس دور کا ہر فرد متاثر ہو رہا تھا اور حقوق کے حصول اور مسائل کے حل کے لئے مضطرب دکھائی دیتا تھا۔ اگرچہ آپ کے معاصرین، ادیب اور افسانہ نگار بھی ادبی اور فلمی دنیا اور فلمی ادب سے منسلک تھے لیکن ان کی فلمی وادبی تحریریں ادب اور تہذیب کے فطری تقاضوں کو کماحقہ پورا کرنے میں کسی قدر ناکام دکھائی دیتی ہیں۔ ان کی تحریریں معاصرانہ معاشرتی مسائل کو حل کرنے کی بجائے عدم توازن غیر معیاری ادبی رجحان کی غیر مقبول روایت کی پیروی کی نشاندہی کرتی نظر آتی ہیں۔ ادبی اور اخلاقی اقدار اور روایات کو نظرانداز کیا جانا اُس دور کے ادیب کا ایک پہلو رہا ہے۔ پنڈت سدرشن نے عِلمی وفِلمی ادب کو تہذیب اور شائستگی کے دلآویز معیار عطا کیے۔ آپ نے دلکش اور دلچسپ انداز بیان اور پُر مغز مقاصد کی بدولت افسانوی اور فلمی ادب کو مقبولیت اور پسندیدگی کے اعلیٰ معیار پر پہنچا دیا۔ پنڈت سدرشن نے فلمی ادب کے حوالے سے کرداروں اور مکالموں کے علاوہ پسِ منظری ماحول سے متعلق نغموں اور گیتوں میں کہانی کے مطابق رومانوی اور جذباتی تاثر کا ایسا سحر انگیز اثر پیدا کیا جو بیان کردہ کہانی کے بنیادی مقاصد اور مطلوبہ رُجحان کو اجاگر کرتا ہے، بلکہ وہ کرداروں اور ناظرین کے جذبات میں ایک گونا گوں مطابقت اور یکسانیت کا جذباتی اور روحانی رنگ بھی ابھارتا ہے۔ افسانے "تاریکی کی پیدائش" میں اس کی نمایاں عکاسی کی گئی ہے:

کرشن گوالوں کے ساتھ جمنا کے کنارے میں گائیں چرا رہا تھا جلتی دھوپ میں باہر سے آیا
اور یشودھا کا دامن پکڑ کر ٹانگوں سے چمٹ گیا ماں نے دیکھا کہ پھول سا چہرہ لال ہو گیا ہے
اور پیشانی سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے ہیں پیار سے اٹھا لیا اور منہ چوم کر کہا "گھنائی

---

[6] پنڈت سدرشن، وزیر عدالت، چٹکیاں، 23، 24۔

ماتا" کیوں بیٹا گھبرایا ہوا کیوں ہے کہیں گائے نے سینگ تو نہیں مارا۔ "نہیں"۔ "یشودھا کی جان میں جان آئی مسکرا کر بولی: "بھاگے ہوئے کیوں آئے ہو" "ماں کٹورا دو" "کیا کرو گے" " کرشن نے پیشانی سے بال ہٹائے اور ماں کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر کہا" "ماں ! دودھ پیوں گا۔ "[7]

یہ تاثیری رنگ فلمی منظر اور کردار کے ظاہری عمل کا منطقی تقاضا ہے۔آپ نے متعدد فلموں کے لیے نغمے اور گیت تحریر کیے اور فلمی ادب کو اپنی ادبی اور افسانوی فراست سے بامِ عروج تک پہنچا دیا۔ فلموں کے لیے لکھی گئی متعدد کہانیاں سبق آموزی، عبرت ناکی اور اخلاقی اقدار کی ترویج کا ایسا نادر نمونہ ہیں کہ انڈین فلم انڈسٹری کو فلمی دنیا میں شہرت دوام اور مقبولیت عام کا درجہ حاصل ہوا۔ پنڈت سدرشن نے 1934ء میں پہلی فلم رامائن جو لکشمی پکچرز کے حوالے سے بنائی گئی وہ کثیرُ الجہت موضوعات اور دِلکش ادائیگی کی بدولت مقبولیت اور شہرت کی بلندی پر متمکن ہوئی۔اس فلم کو بہت سراہا گیا اور بہت سے ایوارڈز سے نوازا گیا۔ 1933ء میں دھوپ چھاؤں جو نیو تھیٹر کمپنی کی وساطت سے منظر عام پر آئی اس کے نغمے اور دھنیں بھی پنڈت سدرشن نے ترتیب دیں اور اعلیٰ درجے کے موسیقار کا رُتبہ حاصل کیا۔ پنڈت سدرشن کو اس فلم کی وجہ سے فلمی دنیا میں مُنفرد اور اعلیٰ مقام حاصل ہوا اور انہیں بہت خراج تحسین پیش کیا گیا۔اس فلم میں معاشرتی اور معاشی مسائل کو انتہائی مؤثر انداز میں پردۂ سیماب پر دکھایا گیا کہ ناظرین فلم کے بنیادی مقاصد اور اسباق تک رسائی حاصل کرنے میں نہ صرف کامیاب ہوئے، بلکہ ان کے قلب و ذہن فلم کے بنیادی اثر سے کماحقہ متاثر بھی ہوئے۔

قدیم اور جدید روایات کا امتزاج

ہم عصر افسانہ نگاروں میں پنڈت سدرشن کو اسلُوب نگارش مضامین اور موضُوعات کے اندازِ بیان اور معنی آفرینی کے علاوہ الفاظ کے انتخاب، موضع کی انفرادیت اور افسانوی مقاصد کے اعتبار سے منفرد اور اعلیٰ ادبی مقام حاصل ہے۔آپ کے افسانے پلاٹ کی موزونیت، واقعات وحالات کے اظہار، قصوں اور کہانیوں کے متوازن اندازِ بیاں، کردار نگاری اور مکالمہ آرائی کی بِنا پر اردو ادب میں ممتاز مقام کے حامل ہیں۔آپ کے افسانوں میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جن کی وجہ سے آپ کے افسانوں کو فنی اور فکری پہلوؤں کی پُرکشش اور پُرتاثیر وحدت کی بدولت بدرجہِ کمال فوقیت اور مقبولیت حاصل ہو گئی اور اردو ادب میں عظیم المرتبت مقام پر فائز ہوئے۔آپ کے افسانوں کی سادگی، سلاست روانی، شائستگی، شگفتگی اور محاکاتی اندازِ بیاں، منظر کشی، جذبات کی ترجمانی اور احساسات کی عکاسی، مقاصد اور معاشی جذبات کی ترجمانی اور معاشی مسائل کی حقیقت پسندانہ تصویر کشی، آپ کے قارئین کے لئے افسانوں میں دِلچسپی اور دِلکشی برقرار رکھتی ہے۔آپ کی تحریروں میں تسکین، جاذبیت، اثر اور مطمعِ نظر کی ترسیل قاری کی توجہ مبذول کرنے کے لیے اہم کردار ادا کرتی ہے۔ پنڈت سدرشن نے برصغیر کی علاقائی، تہذیبی اور تمدنی روایت کے پیشِ نظر کہانیاں اور قصے

---

[7] پنڈت سدرشن، تاریکی کی پیدائش، چٹکیاں، 66۔

تحریر کیے اور ایک منفرد روایت کو تشکیل دی اور اسے قائم رکھا۔ اگرچہ مغربی ادب کے زیرِ اثر اردو ادب میں کہانیوں اور افسانوں کے رجحانات پائے جاتے ہیں، تاہم برِ صغیر کے کم و بیش تمام افسانہ نگاروں نے مغربی اور مشرقی ادبی رجحانات سے استفادہ کیا۔ پنڈت سدرشن نے قدیم وجدید ادبی روایات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اردو افسانے کی روایت کو پروان چڑھایا۔ پُراسرار احساسِ تحیّر افسانوی ادب کے نتائج اخذ کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ جذبہ تجسّس اور احساسِ تحیّر قصوں اور کہانیوں کی وحدت، تاثیر، موضوع کو مؤثر اور دلکش انداز میں قاری تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ آپ کے افسانوں میں دِلکشی اور دِل پذیری بدرجہ اتم موجود ہے۔ آپ کی تحریروں میں الفاظ تراکیب صنائع بدائع ضرب المثال محاورات اور حکایات کا برجستہ استعمال افسانوی ادب کے حوالے سے منفرد اور نادر مثال کا حامل ہے۔ بقول پروفیسر سید وقار عظیم:

> سدرشن کے افسانے اس ماحول کے مصّور ہیں جس پر ان کی گہری نظر ہے اور صرف اس مقصد کے ترجمان ہیں جس سے انہیں پورا جذباتی لگاؤ ہے، زندگی سے اس قُرب کے ساتھ فن کا احساس بھی ان کے یہاں تیز تر ہے۔[8]

سماجی رویوں کا محاکاتی تجزیہ

پنڈت سدرشن نے اپنے افسانوں میں سماجی ناانصافیوں کے خلاف موثر آواز اٹھائی۔ آپ نے دیہی اور شہری زندگی کے مسائل، حالات اور واقعات کو افسانوں کا موضوع بنایا۔ آپ نے سیاسی اور رومانی ماحول کی ترجمانی کی بجائے معاشرتی زندگی، گھریلو مسائل اور انفرادی زندگی کی الجھنوں اور آزمائشوں کو محاکاتی انداز بیان کی صورت میں اپنے افسانوں اور کہانیوں میں تصویر کشی کی۔ آپ کی مختلف کرداروں کی آپ بیتی درحقیقت اجتماعی رنگ میں جگ بیتی کی حیثیت حاصل کر گئی۔ ماحولیاتی پیچیدگیوں امیر وغریب کے مسائل اور طبقاتی تقسیم کی وجہ سے باہمی چپقلش معاشرتی تصادم بنی نوع انسان کے رنج والم آزمائشوں اور ابتلاؤں کا مجموعی تذکرہ قاری کی توجہ کو جکڑ لیتا ہے۔ تہذیبی عناصر اور معاشی توازن کو معاشرے میں استوار کرنے کا مشورہ، سماجی رویّوں کا محاکاتی تجزیہ، معاشی، معاشرتی اور ادبی مقاصد کو عصری تقاضوں کے حوالے سے بیان کرنا، پنڈت سدرشن کے افسانوں کی دلکشی اور دلچسپی کا راز ہے۔ معاشرتی طبقاتی تقسیم، معاشرتی پسماندگی، ذات پات کی تقسیم کے خلاف جہاد، عام انسانوں کی زندگی کے مسائل کا بیان، خلوص ومحبت اور صداقتوں کی خوشبو سے مہکتا ہوا اندازِ بیاں پنڈت سدرشن کو ہم عصر افسانہ نگاروں میں ممیّز وممتاز کردیتا ہے۔ آپ نے غریبوں، بے کسوں، مجبوروں اور پسماندگی کے شکار مفلسوں کی لاچارگی کی ایسی تصویر کشی کی کہ پڑھنے والے کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں۔ امیروں اور جاگیرداروں کی عیش پرستی اور آرام طلبی کو جس مؤثر انداز میں آپ نے اپنے افسانوں کا موضوع بنایا اس کی بدولت آپ کو افسانوی ادب میں مقبولیت اور شہرت کا بے مثال مقام حاصل ہوا۔

---

[8] پروفیسر سید وقار عظیم، داستان سے افسانے تک (لاہور: الوقار پبلیکیشنز، 2002ء)، 24۔

معاشرتی مساوات

پنڈت سدرشن نے فرد اور معاشرے کے تعلق کو خیر سگالی اور معاشرتی اقدار کی روشنی میں متوازن اور مناسبت کی سطح پر قائم رکھنے کی کوشش کی۔ معاشرتی اقدار کی پاسداری، عدل وانصاف کے حصول اور سماجی انصاف کے تمام مراحل کو ہر فرد کے لئے سازگار بنانے پر زور دیا۔آپ نے افسانوی ادب کی بنیاد اس فکر پر رکھی کہ ہر معاشرہ عدل وانصاف کا گہوارہ بن جائے۔ معاشرے میں امن وسکون، خوشحالی اور احترام انسانیت، مساوات، بنیادی حقوق اور فرد کی بنیادی ضروریات کا حصول ممکن ہوسکے۔ پنڈت سدرشن نے افسانوی ادب میں ایک ایسے معاشرے کے خدوخال نمایاں طور پر پیش کئے، جہاں امیر وغریب کا فرق نہ ہو، جہاں کاشتکار اور مزارع بھائی چارے کے قانون کے تحت زندگی بسر کریں، جہاں دولت کی غیر منصفانہ تقسیم نہ ہو، جہاں امیر عیش وآرام کی زندگی بسر کرنے کی بجائے غریبوں کی بے بسی اور بے کسی پر ترس کھاتے ہوئے ان کی ہر طرح مدد کریں، جہاں مصنوعی بُود و باش کی نمائش نہ ہو، جہاں دولت اور مادہ پرستی کا خاتمہ ہو جائے۔ جہاں فرد کے بنیادی حقوق منصفانہ طریقے سے پورے کئے جائیں، جہاں افراد میں چھوٹے بڑے کی تمیز نہ ہو، جہاں اونچ نیچ، ذات پات کا فرق نہ ہو۔ جہاں سب افراد ایک مالک حقیقی کو ماننے والے، پرماتما کا سمرن کرنے والے اور اسی کو اپنا آقا مالک اور پتا ماننے والے ہوں۔ تمام افراد آپس میں بھائی بھائی ہوں اور پرماتما کے پوتر پتّر ہوں، ہر دم اسی پرماتما کے گیت گائیں اور اپنی اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لئے معاشرتی قواعد وضوابط عدل وانصاف اور احترام انسانیت کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے پرماتما کے احکامات کے مطابق عدل وانصاف، سماجی انصاف اور اخلاقی اقدار کی روشنی میں زندگی بسر کریں۔

پنڈت سدرشن نے اپنے عہد کے معاشرتی انتشار اور سماجی ناانصافیوں کا ناقدانہ جائزہ لیا۔انھوں نے اس عہد میں ابھرنے والے ایسے محرکات کا بغور مطالعہ کیا جنھوں نے معاشرے پر تباہ کن اثرات مرتب کیے۔ آپ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ معاشرتی ماحول پر اقتصادی اور سماجی تصورات اثر انداز ہوتے ہیں۔ سماجی ناانصافیوں کی بنا پر معاشرتی طبقات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ معاشرتی طبقاتی تقسیم کی وجہ سے دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، غربت، افلاس، ذات پات اور اونچ نیچ جیسے پسماندگی کا شکار ذلت وتنگدستی، بے بسی اور کسمپرسی کے حال میں جکڑے ہوئے مجبور ولاچار انسان بدحالی اور معاشرتی ومعاشی ابتری کے اسفالی درجے میں کلبلاتے اور تڑپتے دکھائی دیتے ہیں۔ پنڈت سدرشن نے افسانوی ادب کے ذریعے اس تلخ حقیقت کا احساس دلایا کہ معاشرتی طبقاتی تقسیم اور عدم مساوات کا رجحان معاشرتی انصاف کے قیام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔آپ نے معاشی آسودگی اور معاشرتی امن وسکون کے قیام کے لیے امیر وغریب کے فرق کو مٹانے اور ذات پات کے گھناؤنے تصوّر کو یک قلم موقوف کردینے کا سبق دیا۔ سماجی ناانصافیوں اور معاشرتی طبقاتی تقسیم کے نتیجے میں غریبوں پر ہونے والے جور وستم کو دیکھتے ہوئے پنڈت سدرشن امید ویاس کے سنگم پر کھڑے حسرت بھرے انداز میں پرماتما سے پرارتھنا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غریبوں کا بھی کوئی آسرا ہوتا تو کیا ہوتا۔

بیویوں کی حالتِ زار کا نوحہ

پنڈت سدرشن نے معاشرتی انتشار اور سماجی ناانصافیوں کا شکار گھریلو زندگی کی بے بسی اور لاچارگی کی بناپر ایسی قابل رحم جور وستم کے ہاتھوں اپنی قسمت پر نوحہ خانی کرتی، نامساعد حالات کے رحم و کرم سے مجبور اپنی بد نصیبی کی فضاؤں میں اپنی تمنائیں، خواہشات، جذبات، احساسات اور مان مریادائیں جلانے، ناانصافیوں اور ظلم و تشدد کی ایسی بھیانک داستان "غم نصیب" افسانے کے حوالے سے بیان کی ہے۔ جس کے دل دوز مناظر، واقعات اور حقائق کو پڑھنے کی تاب لانا کسی کے بس کی بات نہیں۔ گھریلو زندگی کی المناک کشیدگی کے نتیجے میں ابھرنے والے ماحول کے بھیانک پسِ منظر میں خاندانی حِفظ مراتب کے حوالے سے شوہر، ساس اور نند جیسے رشتوں کی شکل میں بننے والی تکون، بیوی کے لئے گھریلو زندگی کو دشتِ ویراں کی طرح اندوہ ناک بنادیتی ہے، جہاں وہ اپنی حسرتوں اور آرزوؤں کا مزار، ظلم وستم اور سماجی ناانصافیوں کی پُر خار داری میں اپنے جلے ہوئے ارمانوں کی سوختہ کلیوں سے سجائے قسمت کی بھول بھلیوں کی تاریکیوں میں آنے والی امید کی کرنوں کی آس لگائے، کبھی نہ دکھائی دینے والے بہتے ہوئے آنسوؤں اور سسکیوں کو حرزِ جان بنائے بیٹھی ہے:

> ہمارے ملک میں بیویوں کی جو حالت ہے اسے دیکھ کر رونا آتا ہے میرے سومیرے بھائی امل کو تو تم جانتی ہوگی وہ پچھلے سال بی اے میں فیل ہو گئے تھے اس سال عدم تعاون کر بیٹھے ہیں مر اس سے کیا ہوگا اس کی بیوی اور بچوں کا جو حال ہے وہ ناگفتہ بہ ہے امل نہ امتحان دیتا ہے نہ کوئی ملازمت کرتا ہے یہ سب اسکی بیوی کا قصور سمجھا جاتا ہے میری موسی نے اپنے لڑکے لیے جو بیوی منتخب کی ہے وہ تعلیم یافتہ ہے مگر اب تعلیم کی خوب حوصلہ افزائی ہو رہی ہے تعلیم میں اور خوبی ہو یا نہ ہو مگر یہ خوبی ضرور ہے کہ وہ آدمی میں خوداری کے جذبات پیدا کر دیتی ہے یہ معمعلی بات بھی جو نہیں سمجھتے وہ بہت تکلیف پاتے ہیں اور دوسروں کو تکلیف دیتے ہیں موسی کا مکان ہمارے مکان کے بالکل قریب ہے وہاں دن رات جنگ چھڑی رہتی ہے ذراسی بات پر غریب بہو کو طعنے دیے جاتے ہیں۔[9]

پنڈت سدرشن کے افسانوں میں غربت وافلاس کی تصویر کشی کے علاوہ گھریلو زندگی کی غیر منصفانہ اور غیر مساویانہ دلدوز اور بھیانک صورتحال کی ایسی غمازی کی گئی ہے کہ قارئین دل جگر تھام کر بیٹھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں:

> وہ اپنے کمرے میں کھڑکی کے قریب کھڑی تھی نومبر کا مہینہ تھا سورج کی کرنوں میں شرینی اور دلکشی تھی سامنے ایک چھوٹا سا میدان تھا جس میں ناریل اور کھجور کے درخت تھے ہوا کے زور سے پتے ہل رہے تھے مالتی اپنی زندگی اور حالت پر غور کر رہی تھی سوچتی تھی کی میرے زندہ رہنے کا کیا مقصد ہے شادی کے چار سال کا عرصہ اا س کے سامنے تھا ٹھیک اسی طرح جس طرح کھڑکی کے نیچے

---

[9] پنڈت سدرشن، غم نصیب، بنگال بتیسی، 230۔

میدان سامنے تھا ان سالوں نے اسے کوئی حقوق نہ دیئے تھے نہ زندگی میں کوئی دلچسپی کوئی رنگینی پیدا کی تھی اس کا کام صرف جھڑکیاں سہنا رونا اور کام کرنا تھا اس کے ذمے فرائض تھے مگر اس کے حقوق نہ تھے اس کا بیاہ ہو چکا تھا مگر وہ خاوند کی محبت کی نگاہ سے محروم تھی۔[10]

جاگیردارانہ استعماری رویے اور ان کے محرّکات

پنڈت سدرشن نے سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام کے نتیجے میں جبر واستبداد کا شکار غریبوں، بے بسوں کی بے کسی کو اپنے افسانوں، کہانیوں اور قصوں میں اس قدر دردناک انداز میں بیان کیا کہ قارئین کے دلوں پر گہرا اثر ہوتا ہے اور آنکھیں نم ناک ہو جاتی ہیں۔ آپ نے تمام عارضی اور افسانی نظریات اور تصورات کے نتیجے میں معاشی تبدیلیوں کا جائزہ لیتے ہوئے مثبت معاشرتی، معاشی اور مالی اصولوں اور نظریوں پر گامزن رہتے اور ان کے آفاقی ضابطوں کی پیروی کرنے کو ترجیح دیتے ہوئے مذہبی عقائد کی روشنی میں جادۂ منزل طے کرنے کی تلقین کی، کیونکہ اسی طرزِ عمل کی بدولت معاشرتی و معاشی خوشحالی اور آسودگی ممکن ہے۔ آپ نے اپنے افسانوں اور کہانیوں میں غریبوں، تنگدستوں بے کسوں کی لاچارگی، پسماندگی، محتاجی اور مجبوری کو اس طرح بیان کیا کہ آپ کے افسانے غربت زدہ لوگوں کی عبرت ناک اور سبق آموز داستانیں بن گئے۔ آپ نے اپنے افسانوی ادب کے ذریعہ باضمیر لوگوں کو جھنجھوڑا اور انہیں احترامِ انسانیت، عدل وانصاف، معاشی یکسانیت اور احترامِ قانون کے اصولوں پر گامزن رہنے کی تلقین کی اور ہمدردی کا جذبہ رکھنے والوں کو رحمدلی اور مساوات کا سبق یاد دلاتے ہوئے سماجی ناانصافیوں کا تدارک کرنے کا پیغام دیا۔ پنڈت سدرشن نے قارئین کو مصنوعی سماجی روایات سے بچنے کی تلقین کی اور جتنی چادر دیکھو اتنے ہی پاؤں پھیلاؤ کے مصداق فضائل اور مسائل میں مطابقت ضروری ہے "ترکِ نمود" میں اس کیفیت کو بخوبی بیان کیا گیا ہے:

> مجھے سوچنا چاہیے تھا کہ انسان کو اپنے برابر کے انسان سے ملنا چاہیے غریب کے لیے اونچے آدمی سے دوستی کا نبھا کرنا دشوار ہے آج مجھ پر مصیبت آئی ہے لیکن اس سے میرے آنکھیں کھل گئی ہیں میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اس نمود کو ترک کیے بغیر شانتی نہ ہوگی میں مانتا ہوں کہ تم اس رستے پر آنے کے خلاف تھیں اور میں نے تمھیں مجبور کیا تھا اس کا پاپ میری گردن پر ہے لیکن اب وہی میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اس سراب سے بچو ورنہ ہمارا بچاؤ نہ ہوگا۔[11]

منفرد اسلوبِ افسانہ نگاری

آپ کے افسانوں کا انفرادی اور پرکشش اندازِ بیان آپ کو دیگر افسانہ نگاروں میں منفرد اور فقیدُ المثال مقام عطا کرتا ہے۔ آپ کے افسانے معیار اور اسلوب بیان کے اعتبار سے اپنے ہم عصر افسانہ نگاروں کی تحریروں اور کہانیوں

---

[10] پنڈت سدرشن، غم نصیب، بنگال بتیسی، 223۔

[11] پنڈت سدرشن پنڈت، قلم کا لیکچر، چٹکیاں، 26۔

میں ممیّز و ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ ان کا افسانہ "پاسِ سخن" دلکش انداز تحریر کی مثال ہے جس میں جاذبیت کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے:

> ایک عالی شان محل کے دولہن کی طرح سجے ہوئے کمرے میں دو محبت کی زندہ تصویریں دوالفت کے بے قرار متوالے دو سر زمیں بچپن کے باسی ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے تھے ان کی نگاہوں سے ایک دوسرے کے لیے محبت کا سندیسہ نکلتا تھا اور چہروں پر بچپن کی معصومیت جھلکتی تھی ان میں سے ایک لڑکا تھا ایک لڑکی تھی لڑکے کی عمر بارہ برس اور لڑکی کی عمر دس برس تھی لڑکے کا نام نرندر اور لڑکی کا نام شانتی تھا نرندر نے شانتی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھا "شانتی اب تم چلی جاؤ گی پھر کب آؤ گی" شانتی نے پیار سے نرندر کی طرف دیکھ کر کہا "معلوم نہیں پتا جی کب تک واپس ہوں جب آؤں گی تمھارے لیے نئی نئی چیزیں لے کر آؤں گی۔[12]

اگرچہ پنڈت سدرشن اور پریم چند کے افسانوں میں کسی حدتک مماثلت پائی جاتی ہے۔ تاہم پنڈت سدرشن کے افسانوں کا مجموعی تاثر فنی اور فکری خصوصیات اور خوبیوں کے اعتبار سے اردو ادب میں اعلیٰ اور ارفع حیثیت کا مالک ہے۔ آپ نے معاشرتی خامیوں اور مسائل کو اپنی تحریروں میں نمایاں حیثیت دی۔ ذات پات کے مُنصفانہ رجحان سماجی ناانصافیوں کا بیان اور طبقاتی تقسیم کی تصویر کشی افسانوں کی وحدتِ تاثیر میں پر کشش رجحان دلچسپی اور دلکشی کا رنگ اجاگر کرتی ہے۔ آپ نے پریم چند اور نیاز فتح پوری کی طرح ترقی پسند تحریک کے لئے اپنی خدمات وقف کردیں آپ نے ترقی پسند تحریک کو جلا بخشی اور یہ ادبی تحریک حلقہ ہائے ادب میں منفرد مؤثر مقام حاصل کرتی چلی گئی۔ آپ نے معاشرتی الجھنوں اور معاشی بندھنوں میں جکڑی سسکتی اور دم توڑتی انسانیت کی جانکاہ اور دردناک تصویر کشی کی ۔ غریبوں، مزدوروں اور معاشرتی و معاشی مسائل کا شکار مجبور بے بس انسانوں کے رنج والم و درد و غم کو مؤثر انداز میں بیان کیا کہ آپ کو مصوّر درد و غم اور غریبوں و بے بس مجبور انسانیت کا ترجمان کہا جانے لگا۔ آپ نے دولت مندوں سرمایہ داروں اور امیروں کی مالی ہوس ناکی اور عیش پسندی کے نتیجے میں اُبھرنے والی بے رحمی کا پردہ چاک کیا اور معاشرتی مفاد پرستوں اور فساد انگیزوں کا وہ بھیانک چہرہ دکھایا, جس کو دیکھ کر انسانیت لرز اُٹھتی ہے۔ آپ کے وہ افسانے جو افسانوی مجموعوں "چٹکیاں"، "چندن "اور" چشم وچراغ" میں چھپے، اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

خلاصۂ بحث

اردو ادب میں مذہبی عقائد کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اصناف نثری مثلاً داستانوں، افسانوں، ڈراموں، انشائیوں ، تنقیدی تحریروں اور عمومی نثر نگاری کی عبارتوں کے علاوہ ادبی حوالے اور اصطلاحیں مذہبی تاثر میں رنگی دکھائی دیتی ہیں۔ اسی طرح اصناف شعری مثلاً نظموں، غزلوں، مثنویوں، قصیدوں، رباعیوں، قطعوں، مثلثوں، مسدسوں، مرثیوں

---

[12] پنڈت سدرشن، پاس سخن، سدا بہار پھول، 46۔

میں مذہبی حکایات، واقعاتِ پند و نصائح کی تحریروں، تلمیحوں تشبیہوں، استعاروں، صنائع بدائع اور دیگر تاریخی تحریروں، مذہبی عقیدوں، حوالوں، تصورات و نظریات کی وضاحتوں میں مذہب سے متعلق مبنی امور کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔اس تناظر میں اردو افسانے کو دیکھیں تو واضح ہوتا ہے کہ بہت سے افسانہ نویسوں نے اس حوالے سے اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کیا ہے۔ان افسانہ نگاروں کی صف میں ایک نمایاں نام پنڈت سدرشن کا ہے۔سدرشن نے اپنے افسانوں میں مذہب، خدا اور احترام انسانیت کے تصورات کی خوب صورت عکاسی کی ہے۔ ان کی تحریروں " بھگت کی بنتی سن بھگوان"، "تھینک یو"، "میں تیرا ہوں"، "تو کہاں ہے"، "غریبوں کا بھی کوئی آسرا ہوتا تو کیا ہوتا"، "کانٹے کی فریاد"،"آل کھٹل"، "سینٹری انسپکٹر"، "گلاب کا پھول کیا کہتا ہے"، "اک تیر پھینکتا جا او تیر کماں والے"، "باہر نکلو"، "باہر کے پٹ بند کر اندر کے کھول"، "ہم ہیں بالک پتا کے"، "پریت کی ریت"، "موت کی فلاسفی"،"اس کی مرضی"، "لیمپ اور پروانے کی دو دو باتیں"، "دیپ مالا کی رات"، "رام دل آرام"، "کالا آدمی"، "کر غریبوں پر دیا بھلا ہوگا"، "تاریکی کی پیدائش"، "بڑھ کا درخت"، "جب دنیا محبت کے رستے میں کھڑی ہو جاتی ہے"، میں خدا کے تصوّر کو بہت ہی مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ پنڈت سدرشن نے خدا کے جلوؤں کو حقیقت مندانہ انداز میں بیان کیا اور وحدتُ الوجود کی عمدہ طریقے سے وضاحت کی ۔آپ نے اس تصوّر کو کہ تمام موجودات معدوم اور صرف خدا کی ذات باقی ہے،اپنے افسانوں کی بنیاد بنایا، جس کی بدولت ان کے افسانے روحانیت اور الوہی تقدس کی مثال بن گئے۔ پنڈت سدرشن پرماتما کی تلاش میں دیوانہ وار سرگرداں رہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں جو نور ذرے ذرے کو چمکاتا ہے ان کا دل بھی اسی کے نور سے منور ہو جائے۔ سماجی انصاف اور احترام آدمیت کے حوالے سے انھوں نے دیہی اور شہری زندگی کے مسائل، گھریلو معاملات، انفرادی زندگی کی الجھنیں، ماحولیاتی پیچیدگی اور طبقاتی تقسیم کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ دولت مندوں اور سرمایہ داروں کی ہوس ناکی اور عیش پسندی کے نتیجے میں ابھرنے والی بے رحمی کا پردہ چاک کیا۔